ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154

Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154

Islamic and Western Ideology of Democracy: A Comparative and Analytical Study

اسلامی اور مغربی نظریہ جمہوریت: ایک تقابلی وتجزیاتی مطالعہ

Tooba Khalid
Dr. Muhammad Sajjad Malik
Siddiqua Aslam Qureshi
Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore at-toobanoori17@gmail.com
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Education, Lower Mall Campus at-muhammad.sajad@ue.edu.pk
Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore/Visiting Lecturer at IER, Hailey college, University of Punjab at-saddiqa.aslam143@gmail.com

Abstract

In this paper, the theoretical foundations and practical manifestations of democracy are to be explored in the context of Islamic and Western thought. The purpose of this study is to compare and contrast the conceptions of democracy in these two distinct cultural and philosophical traditions. This paper sheds light on Islamic political thought, explaining the principles of governance as defined in the Qur'an, Sunnah and Islamic jurisprudence. It explores the concepts of shura (consultation), ijma (consensus) and musleh (public interest) as fundamental elements of Islamic governance, highlighting their compatibility with democratic principles. The study examines the practical implementation of democracy in both Islamic and Western contexts, examining case studies from countries with Muslim-majority populations as well as Western democracies. It examines the challenges and opportunities faced in adapting democratic ideals into functional political systems within these diverse cultural environments. Through this comparative analysis, this paper explores similarities, differences and possible points of convergence between Islamic and Western ideals of democracy. Tries to clarify. It offers insight into how cultural, historical and religious factors shape the concept and practice of democracy, ultimately contributing to a critical understanding of democratic theory and its application in diverse socio-political contexts.

Keywords: Democracy, Islamic and Western Thought, Islamic Political Thought, Religious Factors, Socio-Political

اسلامی جمہوریت کی بنیاد مغربی جمہوریت کی بنیاد سے مختلف ہے۔اسلامی جمہوریت اللہ تعالی کی جانب سے معین کردہ انسانی فرائض و حقوق پر استوار ہے۔یہ کوئی آپس میں طے کر لیا جانے والا معاہدہ نہیں ہے۔ حقیقی جمہوریت وہی اسلامی جمہوریت ہے جو دینی فرائض اور ایمان کے تناظر میں پیش کی گئی ہے۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

اسلامی جمہوریت کی حقیقت یہ ہے کہ الٰہی رہنمائی اور عوامی مینڈیٹ کے مطابق کوئی نظام پروان چڑھے۔ دنیا کے نظاموں کی مشکل یہ ہے کہ وہ یا تو الٰہی رہنمائی اور تعلیمات سے عاری ہیں جیسے مغرب کی نام نہاد جمہوری حکومتیں، جو علی الظاہر عوام کی منتخب کردہ ہیں لیکن وہ الٰہی رہنمائی سے بے بہرہ ہیں، یا اگر الٰہی رہنمائی کی حامل ہیں یا حامل ہونے کی دعویدار ہیں تو عوامی حمایت اور انتخاب سے عاری ہیں۔ بعض ان دونوں ہی چیزوں سے محروم ہیں۔ جیسا کہ بہت سے ملکوں میں نظر آتا ہے۔ یعنی نہ تو عوام ملک کے امور میں دخیل ہیں اور نہ ہی وہاں الٰہی تعلیمات کی پابندی کی جاتی ہے۔[i]

اسلامی نظریہ جمہوریت کی اساس

اسلامی نظریہ جمہوریت کی اساس درج ذیل عناصر پر ہے

1. اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق تسلیم کرنے (حاکمیت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے)
2. قانون شریعت کو بالاترین قانون تسلیم کرنا
3. معاشرے پر حکومت عوام کی مرضی کے مطابق کرنے پر استوار ہے۔

اسلامی نظریہ جمہوریت کے اصول

اسلام میں جمہوریت کا تصور دنیوی اصولوں سے مختلف ہے۔ اسلامی معاشرہ اس بات پر کامل ایمان رکھتا ہے کہ اس کائنات میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس پوری کائنات کا حاکم اعلیٰ ہے۔ عوام کے نمائندے صرف ان حدود کے اندر اختیارات استعمال کر سکتے ہیں جو اسلام نے انہیں فراہم کر دی ہیں۔ تاہم عوام کو اس امر کی مکمل آزادی ہوتی ہے کہ وہ ریاست کے معاملات چلانے کے لئے اللہ سے ڈرنے والے صالح، متقی اور پرہیزگار افراد کو منتخب کریں۔ اسلامی معاشرے میں حکمرانوں پر عوام کو اس وقت تک اعتماد رہتا ہے جب تک کہ وہ اسلامی قوانین کی پیروی کریں۔ اسی سے اسلام میں جمہوریت کا تصور واضح ہوتا ہے۔ اسلام میں جمہوریت کے اصول درج ذیل ہیں۔

عدل وانصاف

عدل کے لفظی معنی ہیں کہ صحیح چیز کو صحیح جگہ پر رکھنا۔ یہ قانون الٰہی کو اصل اور بنیاد ہے۔ زندگی کا کوئی بھی پہلو عدل کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہ عدل و انصاف ہی ہے جس کی بنا پر کوئی معاشرہ پرامن اور خوشحال ہو سکتا ہے۔ صرف عادلانہ نظام میں ہی افرد کے کردار کی تعمیر و تشکیل اور نتیجتاً اجتماعی بہتری ممکن ہے۔ قرآن حکیم عدل قائم کرنے پر زور دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

﴿اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى﴾[ii]

''عدل قائم کرو۔ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔''

ایک ایسا معاشرہ جس میں عدل کو فوقیت اور برتری حاصل ہو اس میں ہمیشہ اتحاد واتفاق، محبت، خلوص اور امن پایا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ‌ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعۡدِلُوۡا‌ ؕ اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى‌ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ﴾[iii]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ عدل قائم کرو اللہ کی رضا کے لئے شہادت کو قبول کرو خواہ یہ خود تمہارے خلاف ہو، خواہ وہ امیر ہو یا غریب اور لوگوں سے نفرت تمہیں انصاف کرنے سے نہ روکے۔''

اسلام کے عدالتی نظام میں افراد کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

مساوات

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

اسلام انسانوں کے درمیان مساوات کا علم بردار ہے۔ اسلام رنگ و نسل، زبان، وثقافت اور امارت و غربت سمیت تمام امتیازات و تفریق کی نفی کرتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا۔

یا ایہا الناس! إن ربکم واحد وإن اباکم واحد، الا لا فضل لعربي على عجمي ولا عجمي على عربي ولا احمر على اسود ولا اسود على احمر إلا بالتقوى * (إن اکرمکم عند الله اتقاکم)[iv]

''تمام انسان حضرت آدم عہ کی اولاد ہیں۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔''

اسلام میں فوقیت اور برتری کی بنیاد تقویٰ ہے نہ کہ دولت یا اختیار واقتدار۔ اسلام میں لوگوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے۔ کوئی کسی سے برتر نہیں سوائے ان کے جو تقویٰ یعنی پرہیزگاری اور خوفِ خدا اختیار کرتے ہیں۔ قانون کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں۔ تمام انسانوں کو یکساں قانونی تحفظ حاصل ہے اور انہیں بہتر سماجی مقام حاصل کرنے کے یکساں اور مساوی مواقع حاصل ہیں۔[v]

اخوت

اخوت کے معنی بھائی چارے کے ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ[vi]

یعنی تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اخوت کا اصول اسلامی معاشرے کا ایک اہم پہلو ہے۔ بھائی بھائی ہونے کی حیثیت سے وہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ اور خوشی و غم میں شریک ہوتے ہیں۔ اخوت اور بھائی چارے کا احساس، محبت، باہمی تعاون اور قربانی کے جذبات کو ابھارتا اور فروغ دیتا ہے۔ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا۔

وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا" ۔[vii]

''آپس میں کینہ نہ رکھو۔ حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور سب بھائی بھائی بن جاو۔''

مختصر یہ کہ ایک مسلمان کو اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے کسی قسم کی کدورت نہیں رکھنی چاہئے اور نہ ہی حسد کرنا چاہئے۔ مسلمان تو مسلمان ہیں اسلام تو غیر مسلموں کے خلاف بھی سازش کرنے اور برُے خیالات رکھنے کی بھی اجازت نہیں دیتا ہے۔

رواداری

رواداری اور برداشت اسلام کی نظر میں نہایت عظیم نیکیاں ہیں۔ جو انسان کو مشکل و دشواری سے بچاتی ہیں اور دوسروں کے لیے پیار و محبت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ لوگوں کے درمیان سماجی تعلقات قائم کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ دوسروں کی غلطیوں کو نظرانداز کیا جائے۔ باہمی جھگڑوں سے بچنے کے لئے رواداری بہترین ذریعہ ہے۔ اس کی وجہ سے اخوت اور امن کا ماحول فروغ پاتا ہے اور انسانی رشتوں میں استحکام آتا ہے۔ رسول اکرم نے اپنے قول و فعل سے رواداری کا درس دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قران حکیم میں فرمایا ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ[viii]

دین میں کوئی جبر نہیں۔

یہ رواداری کا ایک سنہری اصول ہے۔ اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے جائز حقوق کا احترام کیا جاتا ہے اور انھیں مکمل تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ اس لیے ایسے افراد پر نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے جو اپنے خیالات اور نظریات کو زبردستی دوسروں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں اور دوسروں کے جذبات مجروح کرتے ہیں۔

مغربی نظریہ جمہوریت

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

جمہوریت کا لفظ در حقیقت انگریزی لفظ "democracy" کا ترجمہ ہے اور انگریزی میں یہ لفظ یونانی زبان سے منتقل ہو کر آیا ہے۔ یونانی زبان میں "demo" عوام کو اور "cracy" حاکمیت کو کہتے ہیں۔ عربی میں اس کا ترجمہ دیمقراطیہ کیا گیا ہے۔

تعریف

جمہوریت کی اصطلاحی تعریف بایں الفاظ کی گئی ہے: "حکومت کی ایک ایسی حالت جس میں عوام کا منتخب شدہ نمائندہ حکومت چلانے کا اہل ہوتا ہے"۔ یونانی مفکر ہیروڈوٹس نے جمہوریت کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے کہ: "جمہوریت ایک ایسی حکومت ہوتی ہے جس میں ریاست کے حاکمانہ اختیارات قانونی طور پر پورے معاشرے کو حاصل ہوتے ہیں"۔

سابق امریکی صدر ابراہم لنکن کا قول ہے: "goverment of the people,by the people,for the people" یعنی عوام کی حاکمیت، عوام کے ذریعہ اور عوام پر۔[ix]

جمہوریت کی جامع تعریف میں خود علمائے سیاست کا بڑا اختلاف ہے، لیکن بحیثیت مجموعی اس سے ایسا نظام حکومت مراد ہے جس میں عوام کی رائے کو کسی نا کسی شکل میں حکومت کی پالیسیاں طے کرنے کے لیے بنیاد بنایا گیا ہو۔

مغربی جمہوریت کی اساس

جمہوریت کے مرکز میں عوامی حاکمیت کا اصول ہے، جو اس بات پر زور دیتا ہے کہ حتمی سیاسی طاقت عوام کے پاس ہے۔ سیاسی شرکت، جو انتخابات، ریفرنڈم، اور شہری مصروفیت کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے، شہریوں کو اپنی ایجنسی کو استعمال کرنے اور فیصلہ سازی کے عمل کو متاثر کرنے کے قابل بناتی ہے۔ قانون کی حکمرانی، انسانی حقوق کے تحفظ کے ساتھ ساتھ، اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ جمہوری نظام انفرادی آزادیوں کا تحفظ کرتے ہیں اور سماجی تعامل کے لیے ایک منصفانہ فریم ورک فراہم کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ جمہوریت تکثیریت کی بنیاد پر پنپتی ہے، تنوع کا جشن منانا، شمولیت کو فروغ دینا، اور مختلف نقطہ نظر کا احترام کرنا۔

مغربی جمہوریت کی خصوصیات

جمہوریت کی خوبیاں

حکومت میں شرکت کا احساس

جمہوریت کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ عوام کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنے نمائندوں کے زریعے سے کاروبار حکومت میں شریک ہیں۔ اس لئے وہ مقننہ کے بنائے ہوئے قوانین اور حکومت کے فیصلوں کی پابندی کرتے ہیں اور ملک کیلئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

حقوق کا تحفظ

جمہوریت میں عوام کے حقوق مکمل طور پر محفوظ ہوتے ہیں۔ عوام کے منتخب نمائندے پارلیمینٹ میں ہوتے ہیں۔ وہ کوئی ایسا قانون نہیں بناتے جو عوام کے حقوق کے منافی ہو۔ اور نہ ہی حکومت کو ایسے اقدامات اٹھانے دیتے ہیں جن سے عوام کے حقوق غصب ہونے کا خطرہ ہو۔[x]

اختیارات بطور امانت

عوام اپنے نمائندے منتخب کر کے ان کو نظام حکومت چلانے اور عوامی فلاح و بہبود کے فروغ کا اختیار دیتے ہیں۔ ارباب حکومت کو بھی اس بات کا خیال ہوتا ہے کہ عوام نے ان کو ایک مخصوص مدت کیلئے حکومت کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اگر انھوں نے اس اختیارات کا ناجائز استعمال کیا تو آئندہ وہ عوام کے اعتماد سے محروم ہو جائینگے۔ اس لئے حکومت ایسے کوئی اقدامات نہیں اٹھاتی جو عوام کی ناراضگی کا باعث ہو۔

عوام کی سیاسی و اخلاقی تربیت

جمہوریت عوام کی سیاسی اور اخلاقی تربیت کا بہترین زریع ہے۔ عوام کو مقامی سطح سے لے کر قومی سطح تک متعدد بار انتخاب کے مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے ہر سیاسی جماعت اپنے امیدوار کے حق میں حمایت حاصل کرنے کے لئے عوام سے رجوع کرتی ہے اور قومی مسائل پر اپنا نقطہ نظر پیش کرتی ہے۔ اس سے عوام کو سیاسی جماعتوں کے پروگراموں اور ان کے امیدواروں کے متعلق کوائف سے مکمل آگاہی حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ بہتر امیدوار کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کو اپنے حقوق اور فرائض سے بھی آگاہی ہوتی ہے ان کو اپنے ووٹ کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بار بار انتخابات ہونے سے عوام میں یہ احساس بھی پیدا ہوتا ہے کہ ان پر کتنی زمہ داری عائد ہوتی ہے اور اگر انہوں نے اپنا ووٹ لالچ میں آکر دیا تو اس سے ناقابل تلافی قومی نقصان ہوگا۔ اس طرح جمہوریت سے نہ صرف عوام کی سیاسی بلکہ اخلاقی تربیت بھی ہوتی ہے۔

جوابدہی کا تصور

جمہوریت میں ہر سطح پر جوابدہی کا تصور پایا جاتا ہے جس کے باعث حکمرانوں کے اختیارات کے ناجائز ناجائز استعمال کے مواقع کم ہو جاتے ہیں۔ پارلیمینٹ کے نمائندے عوام کے روبرو اور پارلیمانی حکومت پارلیمینٹ کے روبرو جوابدہ ہوتی ہے۔ اگر منتخب نمائندے عوام کی منشاء اور اپنے وعدوں کے مطابق قانون سازی نہیں کرتے تو اگلے انتخابات میں عوام ان کو مسترد کر دینگے۔ اسی طرح پارلیمینٹ میں حزب اختلاف بر سر اقتدار جماعت کا احتساب کرتی ہے اس سے کابینہ کے ارکان مستعد رہتے ہیں اور کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو عوام کے مفادات کے خلاف ہو۔ جوابدہی کا یہ تصور جمہوریت میں اپنی مثال آپ ہے۔

جزبہ حب الوطنی کا فروغ

جمہوریت سے عوام میں حب الوطنی کے جزبہ کو فروغ ملتا ہے۔ اس نظام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ عوام کی حکومت عوام کے لئے ہے۔ اس سے عوام میں یہ اطمینان پیدا ہوتا ہے کہ وہ حکومت کے کاروبار میں شریک ہیں۔ اس سے عوام قومی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ان میں اپنے وطن سے محبت کا جزبہ فروغ پاتا ہے۔

انقلابات سے تحفظ

جمہوریت کا نظام لچکدار ہوتا ہے۔ ناپسندیدہ عناصر کو انتخابات کے زریعے مسترد کیا جاسکتا ہے۔ افکار و خیالات کی مکمل آزادی کے باعث عوام اپنے جزبات کا اظہار کر سکتے ہیں اور حکومت پر کھل کر تنقید کر سکتے ہیں۔ حکومت رائے عامہ کو نظر انداز نہیں کرتی۔ اگر حکومت عوام کے مشوروں اور ان کی منشاء کو نظر انداز کر دے تو آئندہ انتخاب میں عوام ایسی حکومت کو پر امن طور پر تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس طرح عوام کو حکومت تبدیل کرنے کیلئے تشدد کا راستہ اختیار نہیں کرنا پڑتا اور ملک انقلابات سے محفوظ رہتا ہے۔

امن پسند نظام

جمہوری نظام دوسرے نظامون کے مقابلے میں زیادہ امن پسند ہے۔ اس میں اقتدار عوام کے نمائندوں کے پاس ہوتا ہے اور جوابدہی کے تصور کی وجہ سے وہ کوئی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے جو عوام کو ناپسند ہو۔ انسانوں کی اکثریت امن پسند ہوتی ہے اس کے برعکس ایک بادشاہ یا آمر اپنے اقتدار کو وسعت دینے کی مرض میں مبتلا ہوتا ہے جس کا نتیجہ دوسروں سے لا ظمی تصادم ہوتا ہے۔

<u>جمہوریت کی خامیاں</u>

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
GUMAN
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

دورِ جدید میں جمہوریت ایک مقبول ترین طرزِ حکومت ہے لیکن خوبیوں کے باوجود ناقدین نے اس پر کافی تنقید کی ہے اور اس کی خامیوں کی نشاندہی کی ہے۔

جمہوریت کی خامیوں کا جائزہ ذیل میں لیا جاتا ہے۔

جاہلوں کی حکومت

جمہوریت میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ عوام اپنے نمائندوں کو منتخب کر کے عنان حکومت ان کے سپرد کرتے ہیں۔ناقدین کا خیال ہے کہ عوام کی بہت کم تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ یا سیاسی سوجھ بوجھ کی حامل ہوتی ہے۔اکثر جاہل اور کم تعلیم یافتہ ہوتے ہیں ایسے افراد سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ بہترین اور اہل نمائندے منتخب کرلیں گے۔اس لئے عنان حکومت بھی ایسے افراد کو مل جاتی ہے جو جاہل اور کند ذہن ہوتے۔یہ ہی وجہ ہے کہ ناقدین اسے جاہلوں کی حکومت قرار دیتے ہیں۔

جوابدہی کا تصور

جمہوریت میں یہ کہا جاتا ہے کہ کابینہ پارلیمینٹ کے روبرو اور پارلیمینٹ عوام کے روبرو جوابدہ ہوتے ہیں، یہ محض ایک فریب ہے۔عوام کو نمائندے منتخب کرنے کا اختیار ضرور حاصل ہوتا ہے لیکن اگر یہ نمائندے عوام کی منشاء کو نظرانداز کردیں تو عوام پانچ سال سے قبل ان کا احتساب نہیں کرسکتے۔پھر جب عوام کی اکثریت ہی جاہل ہے تو احتساب کا پورا عمل بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے۔پارلیمانی نظام میں کابینہ پارلیمینٹ کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے لیکن بیسویں صدی میں یہ محض ایک تصور بن گیا ہے۔اگر کابینہ کے خلاف کسی وقت تحریک عدم اعتماد پیش ہو تو وزیرِاعظم سربراہِ مملکت کو پارلیمینٹ توڑنے کا مشورہ دے سکتا ہے۔سربراہِ مملکت اس مشورہ پر عمل کرتا ہے۔اس طرح پارلیمینٹ کو غیر موثر کردیا جاتا ہے۔ان وجوہات کی بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جواب دہی کا اصول ناقص ہے۔[xi]

سست اور غیر مستحکم طرز حکومت

یہ طرز حکومت نہایت سست اور غیر مستحکم ہے۔اس میں حکومت کے تمام فیصلے اور قانون سازی بحث و تمحیص اور صلاح مشورے سے ہوتے ہیں۔خصوصاً پارلیمانی نظام میں وزیرِاعظم کو اپنے وزراء اور پارلیمینٹ کو اعتماد میں لینا پڑتا ہے۔اس سے وقت کا بہت ضیاع ہوتا ہے اس لئے اسے سست حکومت کہا جاتا ہے۔اس کے علاوہ اس نظام میں حکومتیں جلد تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔خصوصاً پارلیمانی نظام میں جب کسی سیاسی جماعت کو پارلیمینٹ میں واضح اکثریت حاصل نہیں ہوتی تو توڑ جوڑ کے ذریعے اسے آسانی سے ختم کیا جاسکتا ہے اس وجہ سوا سے غیر مستحکم طرزِ حکومت کہا جاتاہے۔

بے جا اخراجات

اس نظام میں بار بار انتخاب، پروپیگنڈہ، جلسے جلوس اور انتخابی مہم پر بے جا اخراجات آتے ہیں۔سیاسی جماعتیں تو فنڈ حاصل کرکے پورا کرسکتی ہیں لیکن۔اوسط درجے کا امیدوار ان اخراجات کو پورا نہیں کرسکتا۔اس طرح اوسط درجہ کا شہری اس میں امیدوار بننے کا تصور نہیں کرسکتا جس سے ملک کے ایک طبقہ کی اجارہ داری قائم ہوجاتی ہے۔

سیاسی بدعنوانیاں

جمہوریت میں سیاسی جماعتیں انتخاب جیتنے کیلئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔اور جو افراد منتخب ہوجاتے ہیں وہ مختلف طریقوں سے اخراجات پورے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اگر کسی سیاسی جماعت کو پارلیمینٹ میں اکثریت حاصل نہ ہو تو دوسرے اراکین کا اعتماد حاصل کرنے کیلئے ان کو عہدے سیاسی رشوت کے طور پر دئے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ چونکہ پارلیمینٹ کے نمائندوں اور وزراء کو عوام سے ووٹ حاصل کرنا ہوتے ہیں۔اس لئے اپنے بہی خواہوں کو مختلف طریقوں سے نوازا جاتا ہے۔

سیاسی گروہ بندی

اس نظام میں قوم کو مختلف جماعتوں اور گروہوں میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔دوسری سیاسی جماعتوں کو عوام کی نظروں سے گرانے کیلئے ہر قسم کے حربے استعمال کئے جاتے ہیں۔برسرِاقتدار جماعت قومی مفاد کے بجائے جماعتی مفاد میں فیصلے کرتی ہے اس طرح قوم نہ صرف مختلف گروہوں میں تبدیل ہوجاتی ہے بلکہ ملک کی بقاء اور سلامتی کو خطرے لاحق ہوجاتے ہیں۔

GUMAN
ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

اسلامی نظریہ جمہوریت اور مغربی نظریہ جمہوریت کا تقابلی و نظریاتی مطالعہ

اہل مغرب نے آئینِ الٰہی کو پس پشت ڈال کر آسمانی ضابطۂ حیات کو عوام کی اکثریت کا تابع بنا دیا جبکہ مشرق نے اہلِ مغرب کی غلامی کو ترقی کا زینہ سمجھ کر قبول کر لیا اور اسلاف کی سیاست سے روگردانی کر لی۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مشرق و مغرب کا موازنہ کرتے ہوئے اظہار خیال کیا:

یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تقلید

وہاں مرض کا سبب ہے نظامِ جمہوری

حکومت کس کی اللہ کی یا عوام کی؟

حاکمیت ربِّ ذوالجلال کی: جمہوری حکومت میں حاکمیت کا سرچشمہ عوام ہے جبکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ سارے جہان کے عوام مل کر مکھی بھی تخلیق نہیں کر سکتے، کجا یہ تو قرآن کی زبان میں مکھی چھین کر لے جائے تو واپس نہیں لا سکتے۔ خشک سالی کی وجہ سے فصلیں تباہ و برباد ہو رہی ہوں تو عوام مل جل کر قدرتی بارش کا بندوبست نہیں کر سکتے۔

عوامی حکومت کا دم بھرنے والو! جب عوام اپنے نفع و نقصان کے لیے نظام قدرت میں دخل نہیں دے سکتے تو وہ کائنات کا نظام چلانے کے لیے ضابطے کیسے مرتب کر سکتے ہیں۔ یقیناً حاکمیت کا سرچشمہ ربِّ ذوالجلال ہے جس کی بادشاہی ارض و سماوات پر چھائی ہوئی ہے جس کا حکم سب کے حکموں پر غالب ہے۔ اس لئے اللہ کی دھرتی اور اللہ کی مخلوقات پر اللہ کا نظام اور قانون چلانا ہی عین انصاف ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

﴿إِنِ ٱلۡحُكۡمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾[xii]

"اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں (چلتا)۔"

یقیناً اللہ کے حکم کے بغیر درخت کا پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا تو عوام کی حکومت کا دعویٰ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

حکومت کس کے ذریعے قرآن و سنت یا عوام؟

جمہوری حکومت میں عوام کثرت رائے کی بنیاد پر جس طرح چاہیں، آئینی و قانونی ضابطے بنائیں یا پہلے سے طے شدہ اُمور کو بحث طلب بنا کر ردّ و بدل کریں۔ حلال کو حرام قرار دیں یا حرام کو حلال جس طرح ڈنمارک وغیرہ میں عورتوں کی جگہ لڑکوں سے نکاح کرنے کا قانون پاس ہوا اور کوئی روک ٹوک نہیں۔ قانونی طور پر وہ بااختیار ہیں۔

قرآنِ حکیم اسلامی حکومت کا دستور ہے جس میں خالق کائنات نے بنی نوع انسان کی بھلائی کے لیے سُود مند اشیا کو حلال اور ضرر رساں چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ اللہ نے ہی اپنی مخلوق کو صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے اور طاغوتی راستوں سے بچانے کے لیے خاتم النّبیین ﷺ کو مبعوث کر کے احسانِ عظیم فرمایا۔ حامل قرآن سید الکونین ﷺ کی سنت ملتِ اسلامیہ کے لیے قانون ہے۔ جس میں ترمیم کرنے کا اختیار کسی کو نہیں جبکہ اسلامی جمہوری ملک میں قرآن و سنت کے اٹل قانون کے نفاذ کے لیے پارلیمنٹ کی منظوری لینی پڑتی ہے۔

معاشرہ میں عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے قاتل سے قصاص لینے، چور کے ہاتھ کاٹنے اور زانی کو سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ لیکن جمہوری ملک میں جب تک پارلیمنٹ کثرتِ رائے کی بنیاد پر ان قوانین کو منظور نہیں کرتی، اس وقت یہ حدود و قیود اسلامی جمہوری ملک میں لاگو نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ ایسی حکومت جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو نافذ نہیں کرتی وہ حکومت خود کو اسلامی حکومت کہلوانے کی حق دار نہیں بلکہ قرآن میں واضح طور پر ارشاد ہے:

﴿وَمَن لَّمۡ يَحۡكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ﴾[xiii]

"جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی کافر ہیں۔"

﴿وَمَن لَّمۡ يَحۡكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ﴾[xiv]

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
GUMAN
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

"جولوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی ظالم ہیں۔"

﴿وَمَن لَّمۡ يَحۡكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡفَٰسِقُونَ﴾[xv]

"جولوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی فاسق ہیں۔"

اگر مجلس شوریٰ کا آپس میں یا امیر کے ساتھ کسی قانون کے نفاذ کے طریقہ کار میں اختلاف پیدا ہو جائے تو قرآن نے ایسے موقع پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف پلٹ جانے کا حکم دیا ہے:

﴿فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾[xvi]

جس طرح خلفائے راشدینؓ اپنے دورِ خلافت میں اس اُصول پر عمل کرتے رہے۔ امام کائنات ﷺ کی وفات کے بعد بعض عرب قبائل مرتد ہونے لگے۔ کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ ان نازک حالات میں حضرت ابو بکرؓ نے شوریٰ سے جیش اسامہؓ کی روانگی کے متعلق مشورہ کیا۔ شوریٰ فوری طور پر لشکر کی روانگی کے خلاف تھی لیکن حضرت ابو بکرؓ نے دوٹوک الفاظ میں فیصلہ دیا: "اُس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں ابو بکرؓ کی جان ہے، اگر مجھے یہ یقین ہو کہ درندے آکر مجھے اُٹھا لے جائیں گے تو بھی میں اسامہؓ کا لشکر ضرور بھیجوں گا جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا اور اگر ان آبادیوں میں میرے سوا کوئی شخص بھی باقی نہ رہے تو بھی میں یہ لشکر ضرور روانہ کروں گا۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمانِ رسول ﷺ کو مقدم سمجھ کر لشکر روانہ کیا جو فتح یاب ہو کر واپس آیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مہاجرین وانصار کو جمع کر کے مانعینِ زکوٰۃ کے بارے مشورہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اے خلیفہ رسول! میری رائے تو یہ ہے کہ آپ اس وقت عرب سے نماز ادا کرنے ہی کو غنیمت سمجھیں اور زکوٰۃ چھوڑنے پر مؤاخذہ نہ کریں۔ یہ لوگ ابھی ابھی اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ آہستہ آہستہ تمام اسلامی فرائض واحکام تسلیم کر کے سچے مسلمان بن جائیں گے۔ اللہ اسلام کو قوت دے دے گا تو ہم ان کے مقابلے پر قادر ہو جائیں گے، لیکن اس وقت تو مہاجرین وانصار میں تمام عرب وعجم کے مقابلے کی سکت نہیں۔"

حضرت عمرؓ کی رائے سن کر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور تمام مہاجرین وانصار اس رائے کے حق میں یک زبان ہو گئے۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! میں اس شخص سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔ اس لیے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جیسے نماز جسم کا) اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے ایک بکری کا بچہ بھی نہ دیں گے جو آنحضرت ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں اس کی ادائیگی پر ان سے ضرور لڑوں گا۔"

حضرت عمرؓ نے کہا: اللہ کی قسم! اس کے بعد میں سمجھ گیا کہ ابو بکرؓ کے دل میں جو لڑائی کا ارادہ ہوا ہے، یہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈالا ہے اور میں پہچان گیا کہ حضرت ابو بکرؓ کی رائے حق ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا عزمِ مصمم کر کے نکل کھڑے ہوئے تو حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ تھام لی اور فرمایا: اے خلیفہ رسول! آج میں آپ سے وہی بات کہتا ہوں جو آپ نے غزوہ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ کو کہی تھی: "اپنی تلوار کو میان میں کیجئے اور ہمیں اپنی ہستی سے محروم نہ کیجئے۔ اللہ کی قسم! اگر آپ کے قتل کی مصیبت ہم پر پڑ گئی تو پھر آپ کے بعد اسلام کا نظام کبھی درست نہ ہو گا۔"[xvii]

ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ کی کثرتِ رائے کی بجائے قرآن وسنت کی دلیل معیارِ حق ہے۔ موجودہ جمہوری دور کی کثرتِ رائے کو کیا اتھارٹی حاصل ہے کہ آئی ایم ایف کے معاہدوں کا بہانہ بنا کر سود کو حرام قرار دینے میں مہلت طلب کریں۔ زانی کو سنگسار کرنے کے لیے اسلامی معاشرہ کی بحالی کا بہانہ بنائیں، اور چور کے ہاتھ کاٹنے کے لیے معاشرہ میں غربت کا رونا روئیں۔ اگر 'عوام کے ذریعے' سے یہ اخذ کیا جائے کہ عوام نے ووٹ دے کر اُسے منتخب کیا، تب اُسے اقتدار کی کرسی ملی تو یہ نظریہ باطل ہے۔ کیونکہ اسلام میں اقتدار کا سرچشمہ ربِّ ذوالجلال ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلِ ٱللَّهُمَّ مَٰلِكَ ٱلۡمُلۡكِ تُؤۡتِي ٱلۡمُلۡكَ مَن تَشَآءُ وَتَنزِعُ ٱلۡمُلۡكَ مِمَّن تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَآءُۖ بِيَدِكَ ٱلۡخَيۡرُۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ﴾[xviii]

(اے پیارے حبیب ﷺ!) کہہ اے میرے اللہ، سارے ملک کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہ بنادے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے اور تو جس کو چاہے عزت دے اور تو جس کو چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔"

جمہوری نظام میں اقتدار کی خاطر دربدر کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔تائیدی سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لیے وائٹ ہاؤس کا طواف کرناپڑتا ہے جبکہ اسلام میں اقتدار کی طلب حرام ہے۔تاریخ میں بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ قادرِ مطلق اس کو حکومت دے دے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔جب منافقت کی سزا دینے پر آئے تو وہی قدیر قہار بن کراُسے رہتی دنیاتک عبرت کانشان بنادے۔ایسے موقع پر فوج ظفر موج بھی عاجز ہو جائے، بھاری مینڈیٹ بھی کچھ کام نہ آئے، بے شک اللہ ہر کام پر قادر ہے!!

حکومت عوام کے لیے یاامن وانصاف کے لئے؟

جمہوری حکومت کی سب سے بڑی خوبی یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ عوام کی خدمت کے لیے ہمہ وقت سرگرم عمل رہتی ہے۔عوامی فلاح وبہبود کی خاطر ہر گاؤں میں تعلیمی ادارے اور صحت کے مرکز قائم کرتی ہے۔آمدورفت کے لیے سڑکوں، شاہراہوں کا انتظام کرتی ہے۔پینے کے لیے پانی اور نکاسی کے لیے نالیوں کا بندوبست کرتی ہے۔جس کی پبلک لیول پر تشہیر کی جاتی ہے تاکہ عوام راضی ہو جائیں اور آئندہ الیکشن میں ووٹ دے کر اُسے کامیاب کریں۔اسلام میں اس طرح ریاکاری کی خدمت ہلاکت کا موجب بنتی ہے۔[xix]

صحیح جمہوری حکومت میں خدمت کا تصور بنی نوع انسان تک محدود ہے جبکہ خلافت اسلامیہ میں انسانی خدمت تو اس کا ادنی جزو ہے۔اسلامی حکومت کا مقصد اوّلین عدل وانصاف کا قیام ہے جس کا دائرہ کار وسیع ہے۔اسلام ہمیں درند، چرند، پرند، جن وانس، حیوانات اور حشرات الارض سے بھی عدل وانصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔جانوروں پر اُن کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ لادو۔جانوروں کو آپس میں لڑنا حرام ہے۔لید اور ہڈی کے ساتھ استنجانہ کرو کیونکہ ہڈی تمہارے بھائی جنوں کا توشہ ہے۔

أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْجُحْرِ[xx]

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:"تم میں سے کوئی سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔"

محدثین فرماتے ہیں: سوراخوں میں پیشاب کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ کہیں سانپ، بچھو وغیرہ سے پیشاب کرتے وقت ایذانہ پہنچے یا کسی جانور کو پیشاب سے تکلیف ہوگی۔

حضرت عمر فاروقؓ کا قول خلافت اِسلامیہ کے عدل وانصاف کا منہ بولتا ثبوت ہے:

"اگر دجلہ کے کنارے بھوک کی شدت سے کتا مر گیا تو قیامت کے دن اُس کی جواب طلبی مجھ سے ہوگی۔"[xxi]

دوسری طرف دیکھیں تو جمہوری ملک ہالینڈ میں قانونی طور پر لاعلاج مریضوں کو ڈاکٹروں کے ذریعے موت کی نیند سلانے کی اجازت دی جاچکی ہے۔اور ایوانِ زیریں کے بعد سینیٹ نے بھی اذیتیں سہنے والے مریضوں کو مارنے کا بل منظور کر لیا۔"

حکومت عوام کی خدمت ہے یاانسانیت کی ہلاکت؟

چنانچہ جمہوری نظام کی تعریف:"عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، عوام کے لئے۔"کا ہر پہلو اسلام سے متصادم ہے۔لیکن کی جمہوریت کی تعریف کے مدمقابل خلافتِ اسلامیہ کی جامع تعریف پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں:

A Government of the Allah, for the Peace and Justice by the Quran and Sunnah۔

"اللہ کی حکومت۔۔۔امن وانصاف کے لیے۔۔۔قرآن وسنت کے ذریعے"

جمہوری الیکشن کے دوران نمائندگان کے لیے اہلیت وقابلیت کی شرائط دفن ہو جاتی ہیں۔سرمایہ دار وجاگیر دار طبقہ دھن دھونس دھاندلی کی بنیاد پر منتخب ہوتے ہیں۔برسراقتدار جماعت کے نمائندے اپنے علاقے کے سیاہ وسفید کے مالک بن جاتے ہیں۔مقامی سطح سے لے کر مرکزی سطح تک تمام محکمے ان کے زیر سایہ ہو جاتے ہیں۔وہ اپنی پارٹی مضبوط کرنے کے لیے اپنے ووٹروں کا ہر جائز وناجائز کام ان سے لیتے ہیں۔حکم عدولی کی صورت میں معطل یا تبادلے تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

عدالتوں میں خود ساختہ قانون نافذ ہے۔جہاں مقدمے کی سماعت اور حتمی فیصلے تک طویل عرصہ گزر جاتا ہے۔مظلوم عدالتوں کا چکر لگا کر تھک جاتا ہے۔بعض وکیل حق کی نشاندہی ہو جانے کے باوجود جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے کے لیے عدل وانصاف کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔مظلوم جب عدالتی کارروائیوں سے مایوس

ہو جاتا ہے تو وہ اپنی بر سر اقتدار پارٹی کے دور میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر مخالفین سے انتقام لیتا ہے۔ اگر مدعی و مدعا علیہ ایک ہی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں تو سیاسی لیڈر صلح کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ بالفرض مظلوم مخالف سیاسی جماعت سے وابستہ ہو تو سیاسی دباؤ ڈال کر ظالم کو قانون کی نظروں میں بے گناہ ثابت کرا کر دم لیتے ہیں۔ گویا جمہوری نظام عدل و انصاف کی راہ میں آہنی دیوار ہے۔[xxii]

جبکہ اسلامی نظام حکومت میں امیر غریب، مسلم و غیر مسلم کا امتیاز نہیں برتا جاتا۔ یہودی اور نو مسلم کا مقدمہ عدالتِ نبویؐ میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے دلائل سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ کیا جس سے متاثر ہو کر وہ مسلمان ہو گیا۔ خلیفہ وقت حضرت علی حیدر کرارؓ نے یہودی کے خلاف زرہ کی چوری کا مقدمہ عدالت میں پیش کیا۔ قاضی شریحؒ نے مقدمہ اس بنا پر خارج کر دیا کہ ایک گواہ حضرت حسنؓ خلیفہ وقت کا بیٹا تھا اور دوسرا گواہ قنبرؓ آپ کا غلام تھا۔ یہودی نظامِ عدل سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا اور چوری کے جرم کا اقرار کر کے حضرت علیؓ کی صداقت کا اعتراف بھی کر لیا۔

نظامِ خلافت ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کا ساتھ دینے کا حکم دیتا ہے۔ آج کے جمہوری دور میں اس قسم کے عدالتی نظام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ووٹوں کی گنتی یا وزن؟

جمہوری نظام میں حق بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہر شہری کے ووٹ کی قدر و قیمت یکساں ہے۔ اس نظام کے تحت جھوٹا اور سچا، فاسق اور مؤمن، بینا اور نابینا، بے نماز اور متقی، جاہل اور شیخ الحدیث، اَن پڑھ اور پی ایچ ڈی، چور ڈاکو، زانی، قاتل اور عدلیہ کے جج کی رائے کی اہمیت برابر ہے۔ جمہوری نظام میں رائے کو پرکھنے کی بجائے رائے کو شمار کیا جاتا ہے جس کو عقل سلیم بھی تسلیم کرنے سے عاجز ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتہ کو یوں بیان فرمایا:

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے[xxiii]

اسلام میں مساوات کا یہ تو اُصول موجود ہے کہ اسلام میں داخل ہو کر رنگ و نسل، دولت، عہدہ، زمین اور جائیداد کے امتیاز ختم ہو جاتے ہیں اور سب ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ پڑھتے ہیں۔ اسلامی حکومت میں کسی مسلمان کو کسی یہودی، عیسائی یا ہندو کی عزت، جان و مال سے کھیلنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اگر جرم کرے گا تو اس کو اسی طرح سزا ملے گی جس طرح کسی غیر مسلم کو مسلمان پر ظلم کرنے کی سزا موجود ہے۔ تاہم فہم و فراست کے لحاظ سے سب کے مساوی ہونے کا قائل نہیں۔

قرآنِ حکیم میں واضح ارشاد ہے:

﴿قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي ٱلَّذِينَ يَعۡلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ﴾[xxiv]

"یعنی کہہ دیجئے کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔"

﴿قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي ٱلۡأَعۡمَىٰ وَٱلۡبَصِيرُ﴾[xxv]

"کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہو سکتے ہیں۔"

﴿هَلۡ يَسۡتَوِي هُوَ وَمَن يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ۔﴾[xxvi]

"کیا وہ (جو انصاف کا حکم نہیں دیتا اور سیدھے راستہ پر نہیں چلتا) اور وہ جو انصاف کا حکم دیتا ہے اور سیدھے راستہ پر چلے، دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔"

ہرگز برابر نہیں ہو سکتے تو اُن کی رائے کو یکساں اہمیت کیسے حاصل ہو سکتی ہے!!

خفیہ بالغ رائے دہی

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

قرونِ اولیٰ کے دور میں خفیہ بالغ رائے دہی کا تصور تک نہ تھا۔تاریخ اسلام کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ اہل حل وعقد کے مشورہ سے نامزدگی ہوتی۔ بعدازاں مسجد میں بیعتِ عام ہوتی جس میں سب حصہ لیتے۔ خلفاے راشدین کا تقرر اس کا بین ثبوت ہے۔اگر کسی نے خلیفہ کی نامزدگی پر اختلاف کیا تو اس نے علانیہ بیعت کرنے سے انکار کردیا۔

خفیہ بالغ رائے دہی سے اُمتِ مسلمہ میں منافقت کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں۔ وہ بزدل ہو کر باطل سے سمجھوتہ کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہے۔ الیکشن کے دوران انتخابی حلقہ میں کئی امیدواروں کے مابین مقابلہ ہوتا ہے۔ ہر اُمیدوار حمایت کے لیے ووٹروں کے دروازے پر دستک دیتا ہے۔ علاقے میں نمائشی خدمات کا تذکرہ کرتا ہے اور جلسوں میں عوامی مطالبہ پر سماجی و رفاہی اداروں کے اجرا کے وعدے کرتا ہے۔ جب کامیاب ہوتا ہے تو اپنے بلند بانگ دعوؤں کو فراموش کردیتا ہے۔

دوسری جانب عموماً ووٹر بھی خفیہ بالغ رائے دہی کے تحت اخلاقی جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ ہر اُمیدوار سے وہ ووٹ دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ کہیں تو اسے برادری، رشتہ داری کی مجبوری ہوتی ہے اور کہیں اُسے سرمایہ دار، جاگیردار، وڈیروں کا خوف لاحق ہوتا ہے کہ کہیں اُس کی جان ومال کے دشمن نہ بن جائیں یا اُسے زمین سے بے دخلی کا پروانہ نہ تھمادیں۔اس طرح ایک ووٹر ایک اُمیدوار کو ووٹ دے کر دوسرے اُمیدواروں سے وعدہ خلافی کرتا ہے۔ خفیہ رائے دہی سے فائدہ اُٹھا کر دوسرے امیدواروں کے سامنے جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔[xxvii]

انتخابی حلقوں میں جو اُمیدوار سامنے آتے ہیں، وہ عموماً تقویٰ، اہلیت کے اعتبار سے اپنے حلقے کی امارت کے حق دار نہیں ہوتے تو ووٹر ان نااہل امیدواروں میں سے کسی ایک کو ووٹ دے کر منافق کی تیسری علامت امانت میں خیانت کا ارتکاب کرتا ہے۔

جبکہ بیعت عام (Show Hand) سے مسلمانوں میں اسلاف کے جوہر صدق، ایفائے عہد اور امانت کے علاوہ حق کی خاطر باطل سے ٹکرانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔اسی جذبہ جہاد کو یہود نے خفیہ بالغ رائے دہی سے مدہم کرنے کی کوشش کی ہے۔

جمہوری چیمپئن اعتراض کرتے ہیں کہ ووٹنگ کے بغیر انتخابات مکمل نہیں ہوتے اور ملکی اُمور طے نہیں پاسکتے، یہ سراسر پراپیگنڈہ مہم ہے۔ اسلامی حکومت کے ارکانِ شوریٰ باہمی مشورہ سے پیش آمدہ مسائل حل کرتے ہیں۔ چونکہ مشورہ مقدس امانت، شہادت ہے جس کی اہلیت کے لیے ایمان، تقویٰ کا معیار موجود ہے کہ وہ امین، اہل ذکر (عالم با عمل) اور تحقیق کرنے والا ہو:

"شوریٰ کا مطلب رائے کو پختہ کرنا ہوتا ہے۔ شہد کی مکھیاں جو شہد بناتی ہیں، اس عمل کو عربی میں شوریٰ کہتے ہیں۔ جس طرح وہ مختلف پھلوں اور پھولوں سے رس لے کر شہد تیار کرتی ہیں اسی طرح مسلمان اہل شوریٰ بیٹھ کر مختلف تجاویز دیں گے۔ وہ تمام تجاویز پختہ ہوتی چلی جائیں گی، چونکہ ہر شخص کے دل میں ملت کا درد ہوگا، وہ خلوص سے اختلاف بھی کرے گا اور اتفاق بھی بالآخر مسئلہ حل کرہی لیا جائے گا۔"[xxviii]

خلفاے راشدین کے تقرر کے واقعات کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی کا تقرر عام بالغ رائے دہی کی بنیاد پر نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ کے تقرر میں صرف وہی حضرات شریک ہوئے جو سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود تھے، پورے ملک کے بالغ افراد تو کجا مدینہ منورہ کے بالغ افراد بھی اس رائے میں شریک نہ تھے۔ دوسرے دن مسجدِ نبوی میں بیعت عام کرکے مسلمانوں نے اطاعت کا اظہار کیا۔[xxix]

جمہوری حکومت

جمہوریت میں اکثریت حکومت کرتی ہے۔ یہ دعویٰ ایک فراڈ ہے۔ آپ اپنے انتخابی حلقہ کے کل ووٹ اور امیدواروں میں سے جیتنے والے امیدوار کے حاصل کردہ ووٹوں کا تناسب مدنظر رکھیں تو آپ پر حقیقت واضح ہوجائے گی کہ ارکان اسمبلی کو آبادی کی اقلیت منتخب کرتی ہے۔

بظاہر عوام کی حکومت اور آزادی کا ڈھونگ ہے، عملی طور پر لاکھوں کی تعداد میں عوام کو پارلیمنٹ کے مخصوص افراد کی رائے کا پابند بنادیا جاتا ہے۔ پھر پارلیمنٹ میں سے چند افراد کابینہ میں شامل ہو کر پورے ملک پر حکومت کرتے ہیں۔

GUMAN
ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

خلاصہ بحث

روز مرہ زندگی کا مشاہدہ ہے کہ حکومت کے کسی محکمہ میں خالی آسامی ہو تو تعیناتی کے لیے اُمیدواروں کے مابین الیکشن نہیں کرائے جاتے بلکہ اُن کی تعلیمی قابلیت و پیشہ وارانہ مہارت دیکھ کر بھرتی کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر کی آسامی پُر کرنے کے لیے صرف ایم بی بی ایس ڈگری ہولڈر سے انٹرویو لیا جاتا ہے۔ جبکہ ایل ایل بی کی ڈگری کی بنیاد پر درخواست دینے والے امیدوار کی درخواست داخل دفتر ہو جاتی ہے۔ سفر و حضر میں امام مقرر کرنا ہو تو نہ کوئی اپنا نام پیش کرتا ہے، نہ ہی حاضرین کے مابین ووٹنگ ہوتی ہے بلکہ اہلیت کو معیار بنا کر کسی ایک کو ذمہ داری سونپ دی جاتی ہے۔ پنچایتی مقدمہ میں قسم صفائی کے لیے کچھ ناموں کو رڈ کر کے چند ناموں پر مدعی اور مدعا علیہ کسی طرح اتفاق کر لیتے ہیں، اس لیے کہ اُن کی دیانت، صداقت اور زہد تقویٰ معاشرہ میں معروف ہوتا ہے۔

ملک کے دیگر شعبوں میں تعیناتی کے لیے تعلیمی و پیشہ وارانہ صلاحیت مد نظر رکھ کر اہل افراد کو تعینات کیا جاتا ہے۔ جنھوں نے صرف طے شدہ قانونی ضابطوں پر عمل درآمد کرنا ہوتا ہے لیکن وہ ادارہ جس کے ذمہ قرآن و سنت کے ضابطوں کو لاگو کرنے کے لیے حالاتِ حاضرہ کے تحت طریقہ کار وضع کرنا ہے۔ اس ادارہ کے اراکین کے لیے دینی و دنیوی تعلیم اور فنی صلاحیت کا کوئی معیار ملحوظ نہیں رکھا جاتا بلکہ اس کے انتخاب کے لیے کثرتِ رائے پر عمل کیا جاتا ہے، یہ عجب تماشا ہے۔ جبکہ مجلس شوریٰ اسلامی تعلیم و تزکیہ کے علاوہ فنی و اقتصادی ماہرین پر مشتمل تشکیل دی جاسکتی ہے کیونکہ زندگی کے ہر شعبہ میں کچھ لوگ اپنے تقویٰ و صلاحیت کے لحاظ سے معروف ہوتے ہیں۔

حوالہ جات

---

[i] ماخوذاز، ایم۔ڈی۔فاروق، تاریخ اسلامی کا سنہرا دور، (لاہور: ادارہ اشاعت قرآن و ہسٹری سینٹر، ماڈل ٹاؤن، 1999ء)، ص: 495-497

[ii] المائدہ، 8:5

[iii] ایضا

[iv] محمد ناصر الدین البانی، سلسلہ احادیث صحیحہ، (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، 2011ء)، رقم الحدیث: 294

[v] عطاء اللہ جنجوعہ، حکومت الٰہیہ اور جمہوریت، (لاہور: مجلس تحقیق الاسلامی، 2009ء)

[vi] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، الجامع الترمذی، (الریاض: دار السلام، الطبعہ الاولی، 1418ھ)، رقم الحدیث: 1927

[vii] ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، صحیح مسلم، (مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، 1417ھ)، رقم الحدیث: 6536

[viii] البقرۃ، 256:2

[ix] عطاء اللہ جنجوعہ، حکومت الٰہیہ اور جمہوریت، (لاہور: مجلس تحقیق الاسلامی، 2009ء)

[x] Laski, H.J. *An Introduction To Politics*, London, 1960, p:48

[xi] Norberto Bobbio, Democracy and Dictatorship (translated by Peter Kennealy, Plity press, 1987), p: 140

[xii] یوسف، 40:12

[xiii] المائدہ، 44:6

[xiv] المائدہ، 45:6

[xv] المائدہ، 47:6

[xvi] النساء، 59:4

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

[xvii] ابوالحسن علی بن ابی الکرم،ابن الاثیر،الکامل فی التاریخ،(بیروت: دارالکتب العلمیہ)،ج:2،ص:226

[xviii] آل عمران،26:3

[xix] ماخوذاز،عبدالرؤف ملک،مغرب کے عظیم فلسفی،(لاہور:ادارہ ادبیات نو،1929ء)،ص:17-20

[xx] سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد،(بیروت: مطبوعہ دارالکتب العلمیہ،1414ھ)،رقم الحدیث:29۔

[xxi] ایم۔ڈی-فاروق،تاریخ اسلامی کا سنہرادور،ص:496

[xxii] ایم۔ڈی-فاروق،تاریخ اسلامی کا سنہرادور،ص:499

[xxiii] علامہ محمد اقبال،کلیات اقبال،(دہلی،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،2014ء)،ص:610

[xxiv] الزمر،9:39

[xxv] الانعام،50:6

[xxvi] النحل،76:16

[xxvii] حامدالانصاری،اسلام کانظام حکومت،(دہلی،1956ء)،ص:67

[xxviii] ڈاکٹر عبدالرحمن مدنی، محدث شمارہ:332،(لاہور: مجلس التحقیق الاسلامی)،ص:168

[xxix] ڈاکٹر حمیداللہ،عہد نبوی میں نظام حکمرانی،(کراچی:اردواکیڈمی،1987ء)،ص:113